محترم دریابادی کے نام

اس خبر پر کہ مرکزی ادارۂ تحقیقات اسلامی، کراچی اور مدرسہ عربیہ اسلامیہ، کراچی کے درمیان افہام و تفہیم کی صورت نکل آئی ہے اور ان دونوں اداروں میں تعاون کی راہ ہموار ہوتی نظر آتی ہے، مدیر "صدق جدید" لکھنؤ نے ۲۲ جولائی ۶۴ء کی اشاعت میں فی الجملہ اظہار مسرت کے بعد لکھا -

توقعات کو بہت زیادہ قائم کرنا صحیح نہ ہوگا ... تعاون بس ایک خاص ہی حد تک ہوسکتا ہے - اس سے زیادہ نہیں - مولانا بنوری کے ادارے خالص دینی رنگ کے ہیں- ادارہ تحقیقات اسلامی اس کے برعکس ایک علمی ادارہ ہے ......"

علم اور دین کے اس " محدود تعاون " کی نوعیت کیا ہے؟ اس کے متعلق مدیر "صدق " نے ایک لفظ تک براہ راست نہیں فرمایا - اگرچہ یہ نظریہ اپنے اندر سنگین نتائج رکھتا ہے- اس بنیادی مسئلہ پر کچھ روشنی ڈالنے کے بجائے دریا بادی صاحب نے میرے متعلق یہ فیصلہ دیا کہ میں " مستشرق " ہوں - ان بیانات سے صرف یہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا تھا کہ ہمارے "علم" سے بحیثیت " علم " کے مدیر " صدق " کو غالباً کوئی شکایت نہیں - لیکن شکایت ہے تو یہ کہ شاید اس "علم" سے دین کو کچھ خطرہ ہو (عیاذا باللہ) - اسی لئے تو ان کے نزدیک " علم " اور " دین " میں ایک محدود تعاون ہوسکتا ہے اور بس -

ہم نے مدیر "صدق" کے اس موقف کو دیانتداری کے ساتھ نہ صرف غلط بلکہ خطرناک تصور کیا اور کہا کہ یہ تفریق — یعنی علم و دین کی — ہمیں دین و دنیا کی تفریق کے مشہور موقف کی طرح نظر آتی ہے - اس پر دریابادی صاحب " صدق جدید " کی اشاعت مورخہ ۱۸ ستمبر ۶۴ء میں تحریر فرماتے ہیں -

''دین و دنیا کو ایک سمجھ لینے - ان میں غیریت نہ کرنے اور ان کی عینیت کے قائل ہوجانے کا دعویٰ اس درجہ عجیب و غریب اور عقل و نقل سے اتنا بعید ہے کہ اپنی آنکھوں پر یقین کرتے نہیں بنتا ...... عجیب ہوگا کہ کوئی بچہ بھی اس دوئی سے، تغایر سے انکار کرے ... کہنے والوں نے جو کچھ کہا ہے وہ صرف یہ ہے کہ دین و دنیا کے درمیان تضاد نہیں - ''

مدیر صدق سے گذارش ہے کہ '' تفریق ''، ''دوئی'' اور ''تغایر'' مختلف معانی پر صادق آتے ہیں - اور عبارت کا سیاق و سباق اس پر دلالت کرتا ہے کہ کونسا معنی مراد ہے- کیا ہم نے کبھی کہا ہے کہ لفظ ''دین'' اور ''دنیا'' ہم معنی ہیں؟ یا ''علم'' اور ''دنیا'' مترادف الفاظ ہیں - ہماری طرف ایک ایسی '' ظاہر البطلان '' بلکہ مضحکہ خیز بات کی نسبت کرنا نہ تو آپ کے ''علم'' کو زیب دیتا ہے نہ '' دین '' کو - ذرا غور فرمائیے - نفی اور اثبات میں ایک دوئی ہے جو منطقی تضاد ہے - ٹھنڈک اور گرمی میں ایک دوئی ہے جو طبعی تضاد اور تصادم ہے - باپ اور بیٹے میں ایک اور قسم کی دوئی ہے - لیکن یہ ہر معنی میں لازمی طور پر تصاد اور تصادم نہیں بلکہ ان دونوں میں پورا '' تعاون '' ممکن ہے- ایک انسان کے جگر، قلب اور دماغ میں بھی '' دوئی '' (بلکہ ثلاثیث) ہے - لیکن ان میں نہ صرف تصادم نہیں اور نہ صرف '' پورا تعاون '' ممکن نہیں بلکہ اس پورے تعاون کے بغیر انسان یا زندہ نہیں رہ سکتا یا کم از کم صحت مند نہیں رہتا - الغرض دنیا میں دوئی اور تغایر کی اتنی ہی شکلیں موجود ہیں جتنی قسم کی نسبتیں اور رشتے پائے جاتے ہیں - آخر میں ملاحظہ فرمایا جائے کہ نظری اعتبار سے یہ ممکن ہے کہ دو چیزوں میں نہ کوئی تضاد کی نسبت ہو نہ تعاون کی بلکہ مطلق تغایر کی - ظاہر ہے ہم نے آپ کی طرف یہ تو منسوب نہیں کیا تھا کہ آپ علم اور دین (یا دین اور دنیا) میں مطلق تضاد کے قائل ہیں - اگر آپ کی یہ رائے ہوتی تو آپ علم اور دین کے مابین '' محدود تعاون '' کے بھی قائل نہ ہوتے - لیکن آپ کا ہماری طرف ۱۸ ستمبر کے صدق سے اوپر نقل کردہ عبارت میں یہ منسوب کرنا کہ ہم علم اور دین کو (یا دین اور دنیا کو) ہم معنی سمجھتے ہیں اور ان کی عینیت مطلقہ کے قائل ہیں، ایک (خاکم بدہن) برہنہ سوفسطائیت

کا ارتکاب ہے جس کی آپ ایسے بزرگوار سے سرزدگی ہمارے لئے باعث تشجیع نہیں ہوسکتی - سوال یہ ہے کہ آپ کا یہ فرمانا کہ علم اور دین میں صرف '' ایک حد تک تعاون ہوسکتا ہے اور بس '' آخر علم و دین (یا دین و دنیا) کے درمیان کس قسم کی دوئی یا رشتے پر دلالت کرتا ہے؟

اگر مثال تقریب الی الفہم کا کوئی مؤثر ذریعہ ہے (باوجود تمام مثالوں کے ص‌ناقہ ہونے کے) تو ہمارے نزدیک، علم اور دین کا باہمی رشتہ کچھ ایسا ہی ہے جیسا قلب و دماغ کا - اگر دونوں کا باہمی پورا تعاون نہ ہو تو دونوں کا فساد لازم ہے - تقریباً اسی طرح ہم دین اور دنیا کو بھی سمجھتے ہیں کہ ان کے باہمی پورے تعاون کے بغیر دونوں کا فساد لازم ہے - اب اگر قلب اور دماغ میں ٹھیک تعاون نہیں ہورہا تو ممکن ہے ایک میں خرابی ہو یا دونوں میں، جس کی وجہ سے یہ تعاون مفقود ہے - اسی طرح اگر علم اور دین میں صرف '' محدود تعاون '' ہی متصور ہے تو یہ ایک خطرناک علامت ہے — یا علم کی خرابی کی یا دین کے فساد کی یا دونوں کی — اگر ہمارے علم میں گمراہی ہے تو ہمیں علمی طور پر آگاہ فرمایا جائے تاکہ ہم اپنے علم کو درست کرلیں - لیکن محض '' استشراق '' یا '' مستشرقانہ '' کہنے سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا - اور اگر علمی انکشافات میں کوئی خرابی نہیں تو اگر وہ ''دین'' سے بعض اوقات ٹکراتے معلوم ہوتے ہیں تو '' اہل دین '' حضرات کو متنبہ فرمایا جائے کہ دین کا تصور علمی حقائق کے مطابق کرلیں - اگر یہ کہا جائے کہ علم بہر حال انسانی فہم کی پیداوار ہے اور دین منزل من اللہ ہے تو یہ بات تو صحیح ہے لیکن جو چیز منزل من اللہ ہے وہ تو دین ہے نہ کہ لازمی طور پر وہ تصورات جو دین کے متعلق انسانی فہم نے پیدا کردیئے ہیں -

ایک کجرو علم جو دینی شعور اور مرضیات الٰہی سے بزعم خود بے نیاز ہو ہمارے نزدیک بالکل فاسد ہے - (علم اور دینی شعور کے رشتہ کے متعلق ملاحظہ فرمایا جائے میرا مقالہ بعنوان ''قرون اولی کے تشکیلی دور کے بعد کا اسلام''، مطبوعہ فکر و نظر ماہ جولائی ۶۴ء، جہاں مسلمان فلاسفہ کے دینی نظریہ علم پر میں نے تنقید کی ہے) -

اسی علم کی تنقید میں قرآن کریم نے فرمایا ھے : ذٰلك مبلغھم من العلم لیکن دوسری طرف یه سمجھ لینا که صحیح علمی حقائق اور انکشافات سے دین کو ''محفوظ'' کر کے رکھا جاسکتا ھے محض ایک خوش فھمی ھے اور دین سے دشمنی - اس لئے که اس سے دین کے سوتے سوکھتے ھیں - اسی طرح یه خیال کرنا دنیا کا فساد اور انتھا کی کوتاہ نظری ھے که دینی مطالبات کو چھوڑ کر دنیا ''کمائی'' جاسکتی ھے - اور پائدار رہ سکتی ھے - یا دوسری طرف یه که دنیا کو خیر باد کھه کر دین ''کمایا'' جاسکتا ھے - یه محض ایک واھمه ھے - الغرض دونوں کے درمیان ''محدود تعاون'' نھیں ''مکمل تعاون'' از بس ضروری ھے -

پھر آپ دین اور علم کے تغایر پر استدلال کرتے ھوئے فرماتے ھیں که یونیورسٹیوں میں دینیات کے شعبے باقی علوم کے شعبوں سے الگ ھوتے ھیں ' سبحان اللہ ! یه کیسی دلیل ھے ؟ یه تو اس بات کی دلیل ھے که دینی علم الگ ھوتا ھے (دین نھیں) - تو ایسے تو سیاسیات کا علم بھی الگ ھوتا ھے اور تمام علوم ایک دوسرے سے متمایز شعبے رکھتے ھیں - لیکن اس سے یه کھاں ثابت ھوا که دین علم سے الگ ھے - کیونکه اگر یه استدلال صحیح ھے تو پھر تو سیاست بھی علم سے الگ ھے اور علم المعاشرہ بھی علم سے الگ ھے اور فزکس بھی علم سے الگ ھے - اور تمام علوم علم سے الگ ھیں !! آپ جو مطالبه بجا طور پر کر سکتے ھیں اور جس کے سامنے سر تسلیم خم ھے وہ یه ھے :

که - (۱) ایک صحیح اور قوی دینی شعور ھونا ضروری ھے جسے آپ کے آخر کے شعروں میں ''عاشقی'' اور ''کیفیت'' اور ''حال'' کھا گیا ھے - اگر ان خانقاھی اصطلاحات کی بجائے آپ ''قوت ایمانی'' جیسا کوئی کلمه استعمال فرماتے تو وہ قرآن کی رو سے زیادہ صحیح اور مولانا بنوری کے مذاق و مسلک سے قریب تر ھوتا اور (۲) که اس ایمان یا عشق

کے عروض کے لئے حقائق حقہ متعین ہونے چاہئیں جو صحیح علم اور بصیرت سے ہی ہوسکتے ہیں - ورنہ بت پرست بتوں کا عاشق ہے اور قبر پرست قبروں کو پوجتا ہے - ایمان کا مورد صحیح طور پر متعین ہونا چاہیئے اور وہ علم سے ہی ہوسکتا ہے -

یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ اگرچہ مغرب کی یونیورسٹیوں میں ہر علم کے شعبے الگ ہیں لیکن وہاں دینیات کے طالب علم صرف دینیات ہی نہیں پڑھتے بلکہ ساتھ ساتھ دیگر علوم کو بھی بطور مضامین کے لے لیتے ہیں - اس سے دین کو بھی تقویت پہنچتی ہے -

لیکن افسوس ہے کہ آپ کا رویہ مطلقاً علم کی طرف کوئی صحتمندانہ نظر نہیں آتا - '' صدق جدید '' کے اسی ۱۸ ستمبر کے شمارہ میں آپ نے ''بےخداؤں کی دنیا '' کے عنوان سے ایک خبر شایع کی ہے کہ ایک امریکن ماہر معاشیات نے متنبہ کیا ہے کہ اگر ضبط نسل پر عمل نہ کیا گیا اور انتاج غلہ میں تمام ممکن ذرائع سے اضافہ نہ کیا گیا تو اس کے اندازے کے مطابق ۱۹۷۰ ء اور ۱۹۸۰ء کے درمیان ایک عالمگیر قحط کا خطرہ ہے جو ایشیا اور افریقہ کو اپنی ہیبتناک لپیٹ میں لے لے گا - اس کے بعد آپ فرماتے ہیں '' یہ ہے ایک نمونہ ان نا مکتناہی مصیبتوں کا جو انسان کی خالص ذہنی ترقی، روحانیت اور خدا پرستی کے ہر شائبہ سے آزاد ترقی اس کے آگے لا رہی ہے - عقل حیران ہے کہ آپ مصیبت کا نمونہ کسے قرار دے رہے ہیں - قحط کے ممکن خطرہ کو تو قرار یقیناً نہیں دے رہے ' کیونکہ اگر قحط کا خطرہ ہے تو یہ انسان کی خالص ذہنی ترقی سے تو نہیں پیدا ہوا یہ تو انسان کی '' عددی ترقی '' اور نسبتی طور پر انتاج غلہ کے انحطاط سے پیدا ہوا ہے جو ,, ذہنی ترقی '' نہ ہونے کے باعث ہے ' تو پھر آپ کے عتاب کا مورد اس ماہر معاشیات کی تنبیہ ہے جس نے ''ذہنی ترقی'' کی وجہ سے ممکن خطرہ سے آپ کو آگاہ کردیا - لیکن یہ کیا کوئی دینی جرم ہے ؟ کیا غیر متنبہ اور غفلت کی حالت میں

ایسے عذاب الیم میں گرفتار ہوجانا ، جو بقول قرآن عاصی قوموں کی سزا ہے۔ کوئی اچھی بات ہے - کیا اسی لئے مدیر صدق علم و دین میں تفریق کرنا چاہتے ہیں تاکہ اہل دین علم کی آگاہیوں اور تنبیہوں سے الگ میٹھی نیند سویا کریں ؟

مستشرقوں کا مقام ہمارے نزدیک بھی وہی ہے جو آپ کے نزدیک ہے۔ اس موضوع پر ملاحظہ ہو میرا مفصل بیان روزنامہ ''ڈان'' (DAWN) کراچی مورخہ ۹ اکتوبر ۱۹۶۳ع صفحہ ۴ -

هدانا الله جميعا الى الصراط المستقيم بهدى محمد صلى الله عليه وسلم

(ڈاکٹر) فضل الرحمن